ڈاکٹر نجیب الکیلانی

ترجمہ: سید محمد کبیر احمد مظہر ایم اے

ادب میں اسلامیت کا مسئلہ

یہاں اسلامیت سے مراد انسانی طبع پر دینی زاویۂ نگاہ کے ایسے اثرات ہیں جو ادبی موضوعات میں ظاہر ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ لہٰذا ہم اسلامیت کو واقعیت، رومانویت اور وجودیت وغیرہ قسم کی کوئی فکری تحریک یا ادبی مذہب نہیں سمجھتے۔ کیونکہ اسے ان سے کوئی جوڑ اور مماثلت نہیں۔ یہ محدود مذاہبِ فکر اس قابل کہاں کہ ان میں سے کوئی ایک بھی ادب کو اس کی ہم جہت پہنائیوں کے ساتھ اپنی لپیٹ میں لے سکے۔ ادب تو وہ بحرِ بیکراں ہے جسے ہم کسی ایک علاقے کے اصنافِ سخن، مذاہبِ فکر اور قواعدِ زبان کے تنگ آبگینوں میں محصور نہیں کر سکتے۔

اسی طرح اسلام بھی ایک آفاقی مذہب ہے اور زمان و مکان کی قیود سے ناآشنا ہے۔ وہ پوری انسانیت کی بہبود کا داعی ہے۔ اس لیے اس کا دامن صرف ایک زبان و ادب کے لیے نہیں بلکہ تمام دنیا کے آداب و السنہ اور ان کے عہد بہ عہد نئے سے نئے اسالیب و قواعد اور لسانی تغیرات سے عہدہ برآ ہونے کے لیے نہایت وسیع ہے۔ یہی حال اسلامیت کا ہے۔ اور اسی لیے وہ رومانویت، واقعیت اور وجودیت وغیرہ تمام مذاہب سے عالمگیر و وسیع تر ہے۔ اور لسانی قواعد و قیود سے ماورا ہے۔

مظاہر اسلامیت میں سے اول یہ ہے کہ حقیقت وحدت کے روپ میں جلوہ نما ہے اور اس کے مظاہر یہ تین چیزیں ہیں۔ الحق۔ الخیر اور الجمال۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہماری ہر فکری تحریک الحق کی جانب راہنما ہو۔ ہمارے ہر فعل اور ہر عمل کی غرض و غایت الخیر ہو اور ہماری دید و شنید اور احساسات و عواطف متوجہ بہ الجمال و الجمیل رہیں۔

ہمارے نزدیک دین جامع کتاب ہے جس کے ابواب "الارادہ"۔ "الفکر" اور "القول" ہیں۔ اور اس کی فصول۔ السلوک۔ الصنع اور العمل ہیں۔ ان سب کی ایک ہی غایت ہے۔ الحق، الخیر اور الجمال اور اسی غایت کی جانب انھیں متوجہ رہنا چاہیے۔ خواہ یہ الارادہ، الفکر، اور

القول کسی فرد سے متعلق ہوں یا کسی سوسائٹی سے۔ کیونکہ اسلام میں سوسائٹی بھی انھیں مبادی کی مکلّف ہے، جن کا مکلّف فرد کو بنایا گیا ہے۔ سوسائٹی کے لیے فرد کی خاطر بنائے ہوئے مبادی کے علاوہ اسلام میں کوئی خارجی سیاست نہیں ہے۔ یہاں میرا مطلب یہ نہیں کہ الحق کو التباس وابہام کا جامہ پہنا دیا جائے۔ یا اباطیل واضحہ کو حقِ صریح کا تصوّر دے دیا جائے۔ نہ میرا مقصود یہ ہے کہ الخیر کے معانی بگاڑ دیے جائیں۔ یا شر کو خیر بنا کر دکھا دیا جائے اور اس سے نہ میری غرض یہ ہے کہ الجمال کے پیمانوں کو القبیح کے پیمانوں سے خلط ملط کر دیا جائے۔ بلکہ میرا مقصد یہ ہے کہ ان حجابات کو اُلٹ دیا جائے، جن کے پیچھے سچے حقایق پوشیدہ ہیں۔ ایک ودست کار آدمی اپنی سچی فطرت کی روشنی میں الحق۔ الخیر اور الجمال کے مخصوص نشانات کا فیصلہ کر سکتا ہے۔ الحق ایک مسلمان کے لیے اس کے صالح اعمال، اس کا ہوشمندانہ طرزِ زندگی اور اس کی خوش گفتاری ہے۔ زندگی میں اس کے مثبت اور ایجابی اقدامات یہ ہوتے ہیں:۔

"تم بہترین اُمّت ہو جسے بنی نوع انسان کی بہبود کے لیے مبعوث کیا گیا ہے۔ معروف کا حکم دو۔ منکرات سے روکو اور اللہ پر ایمان لاؤ" الخ۔ جبکہ ایک مسلمان یہ جانتا ہے کہ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے۔ بعد ازاں ان دونوں کے درمیان جو شبہات ہیں۔ اُن کا مفہوم ایک مومن کی نورانی اور ہوشمندانہ عقل وبصیرت پر مخفی نہیں ہوتا۔

اسلام حریت شر کے عدم پر اعتقاد رکھتا ہے۔ اس لیے الخیر الحق اور الجمال ہی تین بلند پایہ اسوہ ہیں جو یگانہ حقیقت قدسیہ کو متجلی ومنعکس کرتے ہیں۔ اور الشر، الباطل اور القبیح، "وضع الشیٔ فی غیر موضعہٖ" سے عبارت ہیں۔ اس لیے ناموسِ اسلام میں الشر کا بالذات کوئی وجود نہیں ہے۔ اسلام میں سب سے بڑا شر الشیطان ہے، لیکن جب تک اس کے ساتھ نفس انسانی متحد نہ ہو، اسے نہ کوئی قوت حاصل ہے اور نہ طاقت۔ الشیطان کسی زمانے میں ملاءِ اعلیٰ میں معلّم کے مرتبے پر فائز تھا۔ پھر جب اس نے اپنے مبادی ترک کر دیے اور نوامیس معروفہ سے سرتابی کی تو الشر بن گیا۔ کیونکہ اس نے اپنا حقیقی موقف چھوڑ دیا تھا۔ جس طرح النار جب اپنے حقیقی مصرف سے عدول کر جائے اور اثاثِ خانہ میں جا لگے تو وہ الشر بن جاتی ہے اور جب تک چولہے میں اپنے مقام پر رہے الخیر ہوتی ہے۔